اکرام اللہ ساجد کیلانی

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب (رئیس جامعہ علمیہ سرگودھا) کی خدمت میں...

......آداب عرض!

"انداز شہادت نہیں، نصاب شہادت" لکھنے کے بعد ہم نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ گو آپ کے جوابی مضامین ہفت روزہ "اہل حدیث" لاہور، ہفت روزہ "الاسلام" گوجرانوالہ اور ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" لاہور۔ میں شائع ہوتے رہے اور ان میں سے ایک مضمون آپ نے ماہنامہ "محدث" کو بھی ارسال فرمایا تھا، لیکن ہم نے ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی نہیں دیا، نہ ہی آپ کا مرسلہ مضمون "محدث" میں شائع کیا گیا ——— کیوں کہ ہمیں اپنے قارئین کے ذوق کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے، جو ایک ہی سلسلہ کی طویل بحثوں سے یقیناً اکتا جاتے ہیں ——— ویسے بھی آپ کے تمام مضامین میں، جو تلخ و ترش آپ نے ہمیں سنائی ہیں، اور غیر متعلقہ بحثوں میں وقت ضائع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، نہ ہی ان کو، اور نہ ہی ان کا جواب دینے کو، ہم کوئی علمی خدمت خیال کرتے ہیں ——— جن حضرات نے آپ کے یہ مضامین ملاحظہ فرمائے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے ہر وہ بات، جو کسی بھی مخالف کو کہی جا سکتی ہے، کسی نہ کسی رنگ میں ہمیں کہہ دینے سے دریغ نہیں فرمایا ——— طنز و تعریض کے تیر بھی چلائے ہیں، اور نکو بنانے اور مذاق اڑانے کی بھی ہر ممکن کوشش فرمائی ہے ——— چنانچہ آپ کے مضامین میں:

"معاون مدیر محدث واویلا کرتے ہیں ——— معاون مدیر حدیث دان ——— مجرمانہ خیانت ——— حدیث رسول ﷺ کا منکر ——— قرآن کا نافرمان ——— دھوکہ باز ——— یاوہ گو ——— عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے والا ——— گمراہ ——— سلف کی راہ سے بھٹکا ہوا ——— ذرہ برابر ایمان سے بھی خالی ——— مسلک کا ٹھیکیدار ——— علمائے اہل حدیث کے دروازوں پر امداد کی دستکیں

دینے والا ـــ علمی بساط ہی اتنی ہے ـــ معاون مدیر دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں ـــ متلون مزاج ـــ بے خبر ـــ کم علم ـــ علم سے کورا ـــ سطحی نظر رکھنے والا ـــ جذباتی ـــ اللہ تعالیٰ کے اصولوں کا مذاق اڑانے والا ـــ کذب بیان ـــ جھوٹ بولنا ادارت محدث کے شایانِ شان نہیں ـــ جس مجلہ میں جھوٹ بولنے والے کارندے ہوں، ان سے راہنمائی اور حق گوئی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے : ـــ ناقابلِ معافی مجرم شپرہ چشم (چمگادڑ کی آنکھوں والا) "رجلِ قصعة والثرید" (پیالے کا مجاہد) ـــ پیرِ پارسا ـــ ایسے جملے، تراکیب اور عناوین عموماً دیکھے جا سکتے ہیں ـــ مولانا، آپ نے ہمیں اردو میں بھی گالیاں دی ہیں، فارسی میں بھی، عربی میں بھی ـــــــــــــــ اور ہفت روزہ "اہل حدیث" میں آپ نے یہ بیت فرمایا ہے :

ابھی دل رُبا سے انداز سیکھو
آساں نہیں کسی کا دل لُبھانا

ـــ گویا آپ کو اس خاکسار سے یہ شکایت بھی ہے کہ ہم دلرُبا کیوں نہیں، ہمیں یہ دل رُبائی کے انداز کیوں نہیں آتے ؟ ہم کسی کا دل کیوں نہیں لُبھا سکتے ـــ بتائیے، ان باتوں کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے ؟ ـــ یہ زنخوں والی حرکتیں ہم سے نہیں ہوتیں تو ہم کیا کریں ؟ ـــ مولانا، آپ ہی ازراہِ انصاف فرمایئے، آپ نے یہ شعر لکھ کر دینِ اسلام کی کیا خدمت فرمائی ہے؟ ـــ یہ کونسی خوبی ہے جو آپ کو ہم میں نظر نہیں آئی لیکن آپ اس پر فخر کرنے نکلے ہیں ؟ ـــ اپنے الفاظ پر غور فرمایئے اور ذرا ایک نظر اپنے جامعہ علیہ سرگودھا کی مسندِ تدریس کی طرف ڈالیئے، شاید آپ کو اپنی عظمتِ رفتہ کا خیال آجائے ـــ مولانا، اگر کوئی آپ کو اب بھی محترم خیال کرتا ہے، تو اس کے جذبات کی قدر کیجئے اور اپنے آپ کو احترام کے قابل ثابت کیجئے !

اب آپ نے "ترجمان الحدیث" میں چونکہ اس مذکورہ روش سے ہٹ کر بات کی ہے، تو اس کا جواب بایں طور حاضرِ خدمت ہے کہ آپ کے گزشتہ تمام مضامین کا احاطہ ہو جائے۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ آپ کے احترام و تقدس کو ملحوظ رکھیں، لیکن ہزار احتیاط کے باوجود اگر نوکِ قلم کہیں نشتر کا کام کر جائے تو ہم اس کی پیشگی معذرت چاہتے ہیں !

مولانا محترم، آپ کے اتنے طویل تعاقب پڑھنے کے بعد، اب ہم آپ کے اس پلان سے پردہ اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ آپ کے قلم سے (جو مذکر ہے مؤنث نہیں —— لیکن آپ نے اسے مؤنث بنا ڈالا ہے۔ (دیکھئے "تنظیم اہل حدیث" ۱۹ر اگست صلا) مؤنث ہی کی حمایت میں ایک غلط بات منہ سے نکل گئی، اس پر جب آپ کو توجہ دلائی گئی تو آپ نے لمبے چوڑے مضامین میں غلط بحث کرتے ہوئے اور قارئین کو طول طویل عربی عبارات میں الجھاتے ہوئے ایک طرف تو خواہ مخواہ کا علمی زور جتلایا اور دوسرے ان کی توجہ اصل نکتہ کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کی —— اس حکمتِ عملی سے کہ آپ نے ہماری ہر بات تسلیم بھی کرلی، لیکن بظاہر مقابلہ بھی جاری رکھا، تاکہ آپ کا بھرم قائم رہے —— لیکن یقین فرمائیے، اگر آپ ہمارے پہلے مضمون کے جواب میں صرف یہ الفاظ لکھ دیتے کہ:

"ہم سے غلطی ہوئی ہے!"

تو جماعت اہل حدیث کے اسٹیجوں سے یہ آواز نہ جانے کب تک گونجتی رہتی کہ "علمائے اہل حدیث، حدیثِ رسول اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا کرتے ہیں —— اور اس کی ایک مثال مولانا محمد صدیق صاحب کا وہ اعترافِ حقیقت بھی ہے، جو انہوں نے اپنی جماعت کے ایک ادنیٰ طالب علم کے توجہ دلانے پر کر لیا تھا، کیوں کہ اس نے ان سے حدیثِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حوالہ سے بات کی تھی!"

—— لیکن افسوس، کہ آپ نے اعترافِ حقیقت کیا بھی، تو اس طرح کہ یہ فائدہ ہمیں حاصل ہوسکا نہ آپ کو! —— دیکھئے، "ترجمان الحدیث" ستمبر ۸۳ء کے صفحہ ۱۲ پر آپ کے یہ الفاظ واضح طور پر موجود ہیں:

"تعاقب میں ایک سہو کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ابنِ کثیر کی عبارت میں "رَجُلٍ" نہیں، "ذَکَرٍ" ہے —— حقیقت یہی ہے کہ عبارت نقل کرنے میں ہم سے سہو ہوا ہے!"

لیکن اس کے معاً بعد آپ نے اس اعترافِ حقیقت کو یوں گول فرما دیا کہ:

"لیکن امام ابنِ کثیر جس نظریہ کو بیان کر رہے ہیں، اس تبدیلی سے کوئی اہم تغیّر واقع نہیں ہوا۔ مدیر محدث کا یہ واویلا کرنا خلافِ واقعہ ہے کہ یہیں سے معاملہ کچھ کا کچھ ہو گیا ہے . . . . بایں ہمہ وہ یہ نہ بتا سکے کہ اس سہو سے کون سی

اہم تبدیلی ہوئی ہے !" (حوالہ مذکور)

چنانچہ "ترجمان الحدیث" کی اسی اشاعت کے ص ۴۴ پر ہم نے اس اہم تبدیلی کا ذکر یوں کیا تھا کہ :

"سفیان بن عیینہ اور ابو عمرو بن علاء وغیرہ کی جس تفسیر کا ردّ ابنِ کثیر وغیرہ کر رہے ہیں، اس میں اصل اہمیت "ذ ک ر" مادہ سے لغوی مراد کی ہے، جو "رجل" سے متعلق نہیں ہے ۔ کیوں کہ جن لوگوں نے "ذ ک ر" جس سے "تذکرہ" ماخوذ ہے، سے مراد مذکّر بنانا لیا ہے، انہوں نے تفسیر یوں کی ہے کہ شہادت میں دو عورتوں کو اس لیے جمع کیا گیا ہے کہ دوسری عورت، پہلی عورت کو مذکّر بنا دے گی !"

ہم نے آپ کو بالتفصیل آگاہ کیا تھا کہ جو حضرت کے طول طویل عربی اقتباسات آپ نقل فرما رہے ہیں، ان سب نے صرف "مذکر" بننے کی تردید فرمائی ہے ۔ نہ کہ اس بات کی کہ :

"دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے !" (حدیث رسول اللہ کا ترجمہ) جب کہ "ذَکَر" کی بجائے "رَجُل" لکھ کر آپ اسی نصابِ شہادت پر اثر انداز ہوئے تھے (جس کی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں) ــــ لہٰذا یہ تبدیلی واقعی بہت اہم تبدیلی تھی، لیکن آپ نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے ہماری وضاحت کے باوجود اس کو تسلیم کرنے سے انکار فرمایا ــــ اور اس طرح یہ اعترافِ حقیقت بے سود ثابت ہوا !

ــــ پھر "ترجمان الحدیث" کی زیرِ نظر اشاعت میں آپ نے ایک اور غلطی بھی تسلیم فرمائی ہے ــ اس لیے کہ ہمارے پاس آپ کا وہ خط بھی موجود ہے، جو آپ نے مدیرِ ترجمان کو اسی مضمون کے ساتھ ارسال فرمایا ہے، اور جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے :

"واجب الاحترام علامہ صاحب، السلام علیکم ورحمت اللہ

اس سے پہلے مضمون بعنوان "دو عورتوں کی شہادت کی کیفیت" ارسال کر چکا ہوں اس میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے، معذرت خواہ ہوں ــــ مضمون کو یہاں سے شروع کیا جائے ۔!"

اس کے بعد آپ نے کچھ عبارت لکھ کر یہ تحریر فرمایا ہے :

"..... الخ، درج فرمادیں، باقی اوپر کا حصہ قلمزن کر دیں!"

—— مولانا، آپ کا یہ خط ہمیں نہایت عزیز ہے، آپ اجازت مرحمت فرمائیں گے تو اس کا فوٹو سٹیٹ بھی شائع کر دیا جائے گا —— فی الحال اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، کیوں کہ آپ کو ہم سے یہ شکایت بھی ہے کہ:

ع "آساں نہیں کسی کا دل لبھانا"

—— اور اپنے تئیں اس کا اہل ثابت کرنے کا ہمیں کوئی شوق بھی نہیں ہے!

الغرض، ہم کہہ یہ رہے تھے کہ مولانا، آپ نے اتنی طول طویل بحثوں سے جو ناکام فائدہ اٹھایا ہے، وہ یہ کہ قارئین کو یہ احساس نہ ہو سکے کہ کہاں کہاں آپ نے خاموشی سے اعترافِ حقیقت فرمالیا ہے (ناکام فائدہ اس لیے کہ قارئین اتنے بھولے بھالے نہیں ہیں کہ اصل حقیقت کی تہ تک نہ پہنچ سکیں) —— اور اس چابکدستی سے آپ نے یہ عبارات اپنے مضامین میں شامل فرمائیں کہ کل کو آپ یہ کہہ سکیں، ہمارے مضمون کا فلاں صفحہ، فلاں سطر دیکھو، ہم نے صاف لکھا ہے:

"نصابِ شہادت اتنا روشن مسئلہ ہے کہ اس میں کسی شخص کو انکار کی گنجائش نہیں!"

(تنظیم اہل حدیث ۲ ستمبر ص۱۳)

ہمارے اس دعویٰ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ اب تک "ایک مذکرہ اور ایک شاہدہ" کے موقف پر بظاہر ڈٹے ہوئے ہیں۔ حالانکہ آپ نے خود ہی تحریر فرمایا ہے:

"اگر دیکھا جائے تو مذکرہ بھی من وجہٍ شاہدہ ہے۔ اس لیے شہادت کا جو حصہ رہ گیا ہے، اس کو پورا کرنا مذکرہ کا کام ہے!" (ترجمان الحدیث ستمبر ۸۲ء ص۱۵)

مولانا، یہ منطق ہماری سمجھ میں ابھی تک نہیں آسکی کہ "مذکرہ من وجہٍ شاہدہ" ہونے کے باوجود، اور شہادت کے باقی حصہ کی تکمیل کے باوجود، مذکرہ ہی رہے گی، شاہدہ کیوں نہ بن جائے گی؟

لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان متنازعہ فیہ مسئلہ اندازِ شہادت ہے، نصابِ شہادت نہیں! —— کیوں کہ جن عورتوں نے لاہور اور کراچی کی سڑکوں پر جلوس نکالے تھے، انہوں نے اندازِ شہادت کے خلاف نہیں، نصابِ شہادت کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ جن کو آپ نے یہ کہہ کر دلاسہ دیا تھا کہ:

" ان کا یہ ذہن ہے کہ شہادت کے بارے میں اسلام نے ان کو مردوں کے برابر حق نہیں دیا۔ مگر یہ ان کی غلط فہمی اور حقیقت سے بے خبری ہے !"

(ترجمان الحدیث اگست ۸۲ء صہ ۲۱)

——اور مولانا، کون نہیں جانتا کہ آپ نے ان کی یہ غلط فہمی " ایک شاہدہ اور ایک مذکرہ" کا سہارا لے کر دُور فرمائی تھی —— یہ الفاظ لکھ کر کر :

" دونوں عورتوں میں سے ایک شہادت دے گی، اور دوسری عورت اس کو بغور سُنے گی !" (ترجمان الحدیث اگست ۸۲ء صہ ۲۱)

جس سے یار لوگوں کو جامعہ علیہ سرگودھا کی ایک علمی شخصیت سے، نصابِ شہادت میں ایک مرد = ایک عورت کی سند مل گئی، تو ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جھڑنے والے یہ پھول صفحۂ قرطاس پہ سجا دیئے :

" اَلَیْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ ؟—قُلْنَ "بَلٰی !"

" (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :) کیا ایک عورت کی شہادت، ایک مرد کی نصف شہادت کے مثل نہیں ؟ " (صحابیاتؓ نے اعتراف کیا :) "کیوں نہیں !" (بخاری)

اور :

" فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ !" (مسلم)

" (آپؐ نے فرمایا :) "پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے !"

——اور اس طرح ہم نے اس غلط فہمی (۱ = ۱) کے خلاف احتجاج کیا تھا، جس کا جواب آپ اب تک پینترے بدل بدل کر دیتے چلے آرہے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ !—— کیا آپ قارئین کرام کو یہ بات سمجھا سکتے ہیں کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں ؟—— آخر آپ دو سطروں میں اپنا مؤقف بیان کر کے قضیہ نپٹا کیوں نہیں دیتے ؟

دیکھئے، ہم کتنے واضح الفاظ میں اپنا مؤقف بیان کر رہے ہیں کہ :

" دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے !" (مسلم)

اور :

" ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے مثل ہے !" (بخاری)

اب اگر آپ یہ دعویٰ کریں کہ ہمارا موقف بھی یہی ہے، تو سوال پیدا ہوگا کہ پھر آپ ہماری تردید کس سلسلہ میں فرما رہے ہیں؟ اتنے لمبے چوڑے مضامین لکھنے کی آپ کو کیا ضرورت تھی؟ ہم نے آپ کا تعاقب کیوں کیا تھا؟ ـــــ مولانا، آپ کا یہ موقف ہرگز نہیں ہے! ـــــ یہ آپ نے بہت بعد میں لکھا ہے کہ: "نصابِ شہادت اتنا روشن مسئلہ ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں!" ـــــ ورنہ شروع میں آپ نے جو کچھ لکھا تھا اور جس پر ہم نے آپ کے خلاف احتجاج کیا تھا، وہ یہ تھا کہ:

"دونوں عورتوں میں سے ایک شہادت دے گی اور دوسری عورت اس کو بغور سنے گی!"

اور یہ لکھ کر آپ نصابِ شہادت پر اثرانداز ہوئے تھے جس پر ہم نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے غلطی تسلیم کرنے کی بجائے یہ لکھا کہ ہم نے اندازِ شہادت کی بات کی ہے۔ اور اس غلطی کو نباہنے کے لیے آپ اب تک اسی اندازِ شہادت کا سہارا لیتے چلے آرہے ہیں ـــ آپ کا موجودہ مضمون "دو عورتوں کی شہادت کی کیفیت" بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے ـــ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "ہم موضوعِ بحث (اندازِ شہادت) سے فرار حاصل کر رہے ہیں"، تو اس کے ذریعے آپ اپنی غلطی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں ـــ اگر آپ کو اندازِ شہادت اتنا ہی عزیز تھا تو آج تک آپ نے ہماری اس بات کا جواب کیوں نہیں دیا کہ:

(۱) اگر ایک عورت شہادت دیتی ہے اور دوسری خاموشی سے "بغور سنتی رہتی ہے" کہ وہ بھولی نہیں۔ لہٰذا یاد دلانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی ـــ اب کیا یہ خاموش رہنے والی پھر بھی "مذکرہ" ہی کہلائے گی؟

(ب) ایک معاملہ اگر دونوں ایک دوسری کو یاد دلاتی ہیں، تو دونوں مذکرہ ہوئیں، پھر شاہدہ کون ہوگی؟

(ج) "رَجُلَيْنِ" کی بجائے "رَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ" کا نصاب تو بہرحال پورا کرنا ہے۔ شق (۱) کے تحت اگر "مذکرہ" مذکرہ ہی نہیں۔ اور شق (ب) کے تحت دونوں ہی "مذکرہ" ہیں، شاہدہ کوئی بھی نہیں۔ تو "امْرَاَتَانِ" کی اس تفسیر (ایک شاہدہ اور دوسری مذکرہ) کے تحت یہ نصاب کیونکر پورا ہوگا؟"

ـــــ مولانا، مندرجہ بالا اقتباس ہمارے سب سے پہلے مضمون کا ہے جو ہم نے آپ

کی تردید میں لکھا تھا۔ اس سے آپ کی مندرجہ ذیل غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی :

۱۔ "بغور سنتے رہنا" شہادت نہیں ہے۔ نہ ہی یہ تذکار ہے اور نہ ہی یہ قرآن مجید کی کسی آیت کا ترجمہ ہے ! ـــ پس اس دوسری عورت کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اب باقی ایک عورت ہے جو ایک مرد کے ساتھ گواہی دے رہی ہے اور دوسرے مرد کے قائم مقام! ـــ نتیجہ واضح ہے : ایک مرد کی شہادت = ایک عورت کی شہادت ! ـــ اور حدیث رسول اللہ اس کی صریحاً تردید کرتی ہے ـــ لہٰذا آپ کا یہ موقف باطل ہے !

۲۔ "ایک معاملہ اگر دونوں ایک دوسری کو یاد دلاتی ہیں" ـــ یہ الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ جب دونوں مل کر گواہی دیں گی ـــ اب آپ نے یہ نکتہ چلایا ہے کہ : "معاون مدیر کا مسلک یہ ہے کہ دونوں عورتیں الگ الگ گواہی دیں گی" ـــ اور اس کی تردید میں ترجمان نے کیا کچھ لکھ دیا ہے ـــ آخر کیوں ؟

۳۔ شق (ج) میں "نصاب تو بہرحال پورا کرنا ہے" کے الفاظ ہمارے اس دعویٰ کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ ہمارے پیش نظر نصاب شہادت تھا۔ لہٰذا، ہم نے اگر انداز شہادت کی بات کی بھی تھی، تو صرف اس لیے کہ نصاب شہادت متاثر نہ ہو! ـــ شق (ا) اور (ب) کو بھی بغور پڑھیے، یہ دونوں بھی نصاب شہادت کا مطالبہ کر رہی ہیں ـــ اگر صورت حال یہی ہے تو آپ موضوع بحث سے فرار کا الزام ہمیں کیوں دے رہے ہیں ؟ ـــ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ خود نصاب شہادت اور انداز شہادت دونوں سے فرار حاصل کر رہے ہیں !

امید ہے، اب آپ کی یہ غلط فہمی دُور ہو گئی ہو گی کہ ہمارے اور آپ کے درمیان متنازعہ مسئلہ انداز شہادت تھا ـــ اور صحیح یہی ہے کہ ہم نے آپ کو نصاب شہادت پر حملہ آور ہوتے دیکھ کر ہی آپ کا تعاقب کیا تھا۔ اور جسے "روشن مسئلہ" قرار دینے اور "اس میں اختلاف کی گنجائش نہ ہونے" کی خوشخبری سنانے کے باوجود، آپ اب تک اس پہ حملہ آور ہیں۔ دیکھئے تنظیم اہل حدیث ۱۹ ستمبر کے صلا پر آپ نے کس قدر واضح طور پر لکھا ہے :

"۱۲۔ ہر دو عورتوں کی شہادت الگ نہیں ہو گی بلکہ شاہدہ صرف ایک ہو گی، دوسری

مذکرہ"!

اب اگر شاہدہ صرف ایک ہے جو دوسرے مرد کے قائم مقام ہے تو اس کا مطلب "ایک مرد کی شہادت = ایک عورت کی شہادت"، کس قدر واضح ہے؟ —— آپ نے دیکھا، آپ نے کس قدر کھل کر اس بات کا اعتراف فرمایا ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے اختلاف ہے کہ "ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے مثل ہے"! —— کیا اب بھی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

"نصابِ شہادت اتنا روشن مسئلہ ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں"!

آپ نے "تنظیم اہل حدیث" ۱۲ ستمبر صفحہ ۹ پر لکھا ہے:

"مولانا عطاء اللہ حنیف مدظلہ العالی کا بیان برحق اور درست ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ: "خواتین کا یہ مظاہرہ نصِ قرآنی کے خلاف ہے اور قرآنِ مجید سے بغاوت و انحراف"! —— "باغی عورتوں کا مطالبہ تھا کہ شہادت کے معاملہ میں عورت کو مرد کے برابر حق نہیں ملتا"!

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ آپ کے اپنے ہیں، مولانا کے نہیں، جن کو آپ نے، تائید حاصل کرنے کی غرض سے، مولانا کے الفاظ ظاہر کر دیا ہے —— چنانچہ آپ نے ان باغی عورتوں کو "الاعتصام" میں "عورت کی شہادت کا مسئلہ" لکھ کر "ایک شاہدہ اور ایک مذکرہ" کا سہارا لیتے ہوئے، مردوں کے برابر حق دے دیا —— تو پھر آپ نے ان کی غلط فہمی کیا دور فرمائی تھی؟ —— وہ باغی کیوں تھیں اور آپ قرآن کے فرمانبردار کیوں کر؟ —— وہ بھی (۱ = ۱) کا مطالبہ کر رہی تھی، اور آپ بھی (۱ = ۱) کے قائل، پھر آپ کے نزدیک ان کا یہ مظاہرہ نصِ قرآنی کے خلاف اور قرآنِ مجید سے بغاوت و انحراف کیسے تھا؟ —— مولانا عطاء اللہ حنیف مدظلہ العالی کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا "دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے"! —— جب کہ عورتیں اس کے خلاف سراپا احتجاج تھیں، لہٰذا ان کا انہیں باغی کہنا تو برحق ہے، آپ جو (۱ = ۱) کے قائل ہیں، آپ انہیں باغی کیسے کہہ سکتے ہیں؟ —— ظاہر ہے یا وہ بھی قرآن کی باغی نہ تھیں، یا آپ بھی اسی بغاوت پر کمربستہ ہیں —— تو پھر مولانا مدظلہ العالی کا بیان آپ کے نزدیک برحق اور درست کیوں ہے؟ اور آپ نے ان کے مؤقف کو اپنی تائید میں کیسے نقل فرما دیا ہے؟

ویسے بھی مولانا، ذرا چپکے سے ایک خط مولانا مدظلہ العالی کو لکھ کر ان سے پوچھ لیں کہ آپ کا موقف درست ہے یا ہمارا؟ تاکہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو ـــــ آپ کو شاید معلوم نہیں، کہ ہم نے آپ کی تردید میں پہلا مضمون مولانا عطاء اللہ حنیف مدظلہم العالی سے مشورہ کرنے کے بعد لکھا تھا۔ آپ کا تسلیم شدہ "رَجُلٍ" اور ذَکَرٍ" کا سہو ہم نے مولانا کے توجہ دلانے پر ہی پکڑا تھا۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا "اصل کتاب دیکھو، ابنِ کثیرؒ میں یہ عبارت ہو ہی نہیں سکتی"۔ اور اس ہدایت پر عمل کرنے کے بعد ہمارے منہ سے ان کے لیے دعائیں نکلی تھیں کہ وہاں "رَجُلٍ" نہیں" ذَکَرٍ" تھا ـــــ اور لگے ہاتھوں آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ آپ کا پہلا مضمون "عورت کی شہادت کا مسئلہ" "الاعتصام" میں مولانا محترم کی علالت کے باعث ان کی لاعلمی میں چھپا تھا ـــــ اور .... چھوڑیئے مولانا، باقی پھر سہی، یار زندہ صحبت باقی! ـــــ ساری باتیں ابھی سے آپ کو کیوں بتا دیں؟ ـــــ یہ بھی خاموشی سے آپ کو صرف اس لیے بتا دی ہیں کہ کمبل پیچھا ہی نہیں چھوڑتا!

چنانچہ ہم خدا کے حضور دردِ دل سے دعاگو ہیں کہ وہ آپ کو ہدایت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ خدارا اپنے اس موقف سے رجوع فرمالیجئے جو قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول اللہ کی مخالفت پر مبنی ہے ـــــ اور اسی لیے آپ کی صحت کو بُری طرح متاثر کر رہا ہے ـــــ دیکھئے، آپ نے کیا بات لکھ دی:

"ظاہر بات ہے کہ شہادت دینے سے پہلے دونوں شاہدہ ہیں، لیکن عدالت میں جب ایک عورت شہادت دے گی تو اس وقت دوسری عورت مذکرّہ کہلائے گی!" (تنظیم اہل حدیث ۲ ستمبر ص۱۳)

یعنی ایک طرف تو شہادت نہ دینے کے باوجود دونوں شاہدہ ہیں۔ اور دوسری طرف شہادت دینے کے باوجود صرف ایک شاہدہ کہلائے گی، دوسری بیچاری پھر بھی مذکرّہ ہی رہے گی!

ع ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو!

ـــــ ویسے بھی یہاں آپ نے، اگرچہ شہادت دینے سے پہلے ہی، دونوں عورتوں کو شاہدہ تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ ہم بجا طور پر آپ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ عنقریب شہادت دیتے وقت بھی آپ دونوں کو شاہدہ تسلیم فرمالیں گے یعنی:

ع اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں !

ہم آپ کے اس اقتباس پر مزید تبصرہ نہیں کرتے، ہاں یہ ضرور کہیں گے کہ یہ نتیجہ ہے اس "حسنِ سلوک" کا، جو آپ نے حدیثِ رسول اللہ سے کیا ہے — ملاحظہ فرمائیے، آپ نے لکھا ہے :

"فشھادۃ امرأتین تعدل فشھادۃ رجل" — یہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (اس اطلاع کا شکریہ — ناقل!) ۔ اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ ہر عورت کی شہادت الگ الگ ہوگی (سوال گندم، جواب چنا۔ ناقل)، تو ائمہ تفسیر میں سے کسی نے اس معنیٰ کو قبول نہیں کیا! (ہم کب کہتے ہیں کہ اس معنیٰ کو قبول کریں — ناقل!) (ترجمان الحدیث ستمبر ۸۳ء ص ۱۵)

— مولانا، کیا فرمانِ رسول اللہ کو ماننے کے یہی تقاضے ہیں؟

۲ ستمبر کے "تنظیم اہل حدیث" صا پر آپ نے لکھا ہے :

"ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں :" شھادۃ امرأتین تعدل شھادۃ رجل"

— دوسری حدیث یہ ہے "الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل" — ان کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کی شہادت آدمی کی شہادت کے نصف جیسی ہے!"

— مولانا، کیا یہ مفہوم آپ کو پسند نہیں آیا — کیا آپ ان کو کوئی دوسرا مفہوم دینا چاہتے ہیں؟ — آپ خود ان احادیث کا ترجمہ کیوں نہیں کر دیتے؟ پھر دیکھئے مفہوم کیا نکلتا ہے؟ — آخر فرمانِ رسول اللہ کے سلسلہ میں یہ "اگر مگر" — یہ جھجک کیوں؟ — مولانا، آپ نے ہمیں حدیثِ رسولؐ کا منکر کہا ہے، لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ کیوں کہ ؎

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ
ہمیں غصہ پہ پیار آتا ہے!

— اور قرآن مجید کی ایک آیت آپ نے یوں درج فرمائی ہے :

"لتضلّ احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ!"

(تنظیم اہل حدیث ۱۹ر اگست صا سطر ۱۱، کالم ۲)

مولانا قرآن مجید کی یہ آیت کون سے پارہ میں ہے؟ — اب یہاں بھی لکھ دیجئے کہ

عبارت نقل کرنے میں ہم سے سہو ہوا ہے" ـــــ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیجئے کہ اس تبدیلی سے کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا" !

علاوہ ازیں آپ نے بار بار تحریر فرمایا ہے :

"مدیر محدث فرماتے ہیں : دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے"! اس کا یہ مطلب ہے کہ دونوں عورتیں اپنی اپنی الگ شہادت دیں گی!"

(تنظیم اہل حدیث ۱۹ اگست ص۹)

مولانا، خدا شاہد ہے، ہم نے آپ کی اس عبارت میں کوئی کمی بیشی نہیں کی، آپ بھی خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر، ازراہ انصاف فرمائیے، کہ کیا ہم نے کہیں بھی یہ بات لکھی ہے کہ دونوں عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی ؟ ـــــ اٹھائیے ہمارے مضامین، اور ان میں سے یہ فقرہ تلاش کر کے ہمیں مطلع کیجئے کہ یہ عبارت یہاں موجود ہے، ؟ اور ہماری طرف سے شکریہ قبول فرمائیے ! ـــــ آپ کو نہ لکھنے کا فن آتا ہے نہ اپنی اور مخالف کی عبارتوں کو الگ الگ واضح کرنے کا سلیقہ ـــــ نہ ہی آپ اس اصولِ بحث سے واقف ہیں کہ مخالف پر اس کے اپنے الفاظ سے گرفت کی جاتی ہے۔ اس کا اپنی مرضی سے مفہوم اخذ کر کے اس پر تبصرہ نہیں کیا جاتا ـــــ دیکھئے ہم نے اوپر آپ کے اپنے الفاظ گرفت کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے :

"ان (عورتوں کا یہ ذہن ہے کہ شہادت کے بارے میں اسلام نے ان کو مردوں کے برابر حق نہیں دیا !"

اور ہم نے اس کی صریحاً تردید میں رسول اللہ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ :

" الیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل ؟"

چنانچہ یہاں برابری کا کوئی سوال ہی نہیں ـــــ کیا آپ ایسے ہی : اصح الفاظ کہ "دونوں عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی" ہماری عبارت سے پیش فرما سکتے ہیں ؟ ـــــ فان لم تفعلوا ولم تفعلوا !"

ـــــ اور پھر مولانا، آپ کو خدا کا خوف کیوں نہیں آتا ؟ ـــــ آپ ذرا دل تھام کر یہ بتائیں کہ مندرجہ بالا الفاظ " دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے !" ـــــ میرے اپنے ہیں یا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے ؟ ـــــ اور اگر یہ آپ ہی کے مبارک ارشاد کا اردو ترجمہ ہے تو جو مطلب آپ اس سے اخذ کر رہے ہیں (کہ اس کا مطلب

یہ ہے کہ دونوں عورتیں اپنی اپنی الگ الگ شہادت دیں گی) اس کو آپ مجھ سے کیوں منسوب کر رہے ہیں ؟ رسول اللہ سے پوچھئے، آپ نے یہ الفاظ کیوں بیان فرمائے ہیں ؟ ـــــ یا کیا آپ کے علم میں یہ حدیثِ رسول ؐ نہیں جس کا ترجمہ ہم نے کیا ہے ؟ یا یہ ترجمہ غلط ہے ؟ ـــــ اگر ایسی کوئی بات بھی نہیں، تو آپ اپنی جرأت کو دیکھئے کہ آپ ان الفاظ کی تردید کر رہے ہیں اور ان کے غلط سلط معنی بیان کر کے، ان کی تاویل کر کے اس پر تبصرہ فرما رہے ہیں ـــــ اس کے باوجود رسول اللہ اور قرآن کے بھی، نافرمان ہم ہی ہیں جن کا موقف ہی صریحاً فرمانِ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عبارت ہے !

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ؟ ـــــ آپ نے تنظیم اہل حدیث ۱۹ر اگست کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے :

"اس مسئلہ میں ان کا (معاون مدیر کا) جو موقف ہے وہ صریحاً قرآن وسنت کے خلاف ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں عورتیں شاہدہ ہیں" ـــ "طریق شہادت کیا ہے ؟ فرماتے ہیں :

"دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں عورتیں اپنی الگ الگ شہادت دیں گی ؛"

مولانا، سچ بتائیے، ہمارا یہ "فرمانا" کہ "دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے" ! ـــــ یہ طریق شہادت ہے یا نصابِ شہادت ؟ اگر یہ نصابِ شہادت ہے تو آپ نے اسے اندازِ شہادت کیوں لکھا ہے ؟ ـــــ اور اگر اس بات سے قطع نظر کر لیا جائے کہ یہ نصابِ شہادت ہے یا طریقِ شہادت ـــــ تو بھی یہ فرمانِ رسول اللہ ؐ کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے، جس کو آپ ہمارا موقف تسلیم کرنے کے بعد، اسے قرآن وسنت کے صریحاً خلاف قرار دے رہے ہیں ! ـــــ تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ اپنا فرمان بھی (جس کا لفظی ترجمہ ہم نے کیا ہے) قرآن وسنت کے صریحاً خلاف ہے ؟ ـــــ مولانا، آپ کہاں گھوم پھر رہے ہیں ؟ خدارا، ہوش میں آئیے، لوگ کیا کہیں گے ؟ ـــــ بخدا، آپ کی انہی باتوں کو دیکھ کر تو ہم نے خاموشی ہی کو ان کا بہترین جواب سمجھ لیا تھا، لیکن آپ نے محض لکھتے چلے جانے ہی کو فتح کا نشان قرار دے لیا تو ہم نے سوچا کہ آپ کی منت سماجت کر کے جان چھڑا لی جائے، یہ سبق حاصل کر لیا جائے کہ کسی مفتی کی غلطی پر اسے ٹوکنا ایک ناقابلِ معافی جرم ہے

—— اور آپ کو یہ اطلاع بھی دے دی جائے کہ آپ نے نہ صرف رسول اللہ ؐ کے اپنے فرمان کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیا ہے بلکہ اس ارشادِ گرامی کے لفظ بہ لفظ ترجمہ کا ایک من مانا مفہوم (الگ الگ) اخذ کیا اور پھر کئی اقساط میں اس کی تردید کے لیے لمبی چوڑی عبارتیں اور واقعات بھی لکھ ڈالے —— کیا ایک دفعہ ہم پھر یہ عرض کر دیں کہ "الگ الگ شہادت دینے" کا یہ موقف ہم نے اختیار ہی نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے فرمان رسول اللہ ؐ کا ترجمہ کیا۔ جس سے آپ نے یہ مطلب نکال لیا ہے۔ لہٰذا آپ یہ ہوائی فائرنگ بند کر دیں۔ ایک تو اس لیے کہ یہ الفاظ ہم نے کہیں نہیں لکھے، اور دوسرے اس لیے کہ ہم نے جو کچھ لکھا فرمانِ رسول ؐ کا ترجمہ ہے۔ اور بفرضِ محال اس کا مطلب یہ ہو بھی تو اس کی تردید کا آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں ایمان کا بھی خطرہ ہے۔

—— پس مولانا، آپ کے مضامین میں "الگ الگ" کی تردید کے جملہ دلائل خارج از بحث بھی ہیں اور مخالفتِ رسول ؐ کی جسارت کے غماز بھی۔ —— لہٰذا ان تمام کو کالعدم سمجھیں ہم ان کے جوابات دینا پسند نہیں کرتے۔

—— رہی بات "دونوں عورتوں کے شاہدہ ہونے کی"، تو ہم نے امام شوکانی رح (جن کے آپ نے تقریباً ہر مضمون میں حوالے نقل فرمائے ہیں) ہی کی۔ بات میں آپ پر کئی مرتبہ واضح کیا ہے کہ:

" فالمعنى ان ضلت هذه ذكرتها هذه وان ضلت هذه ذكرتها هذه لا على التعيين ! " (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۲)

کہ " (ان تضل احداهما فتذكر احداهما الأخرى) کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر یہ بھول جائے تو وہ یاد کرائے۔ اور اگر وہ بھول جائے تو یہ یاد کرائے نہ کہ (شاہدہ اور مذکرہ) کی کوئی تعیین یہاں موجود ہے !"

مولانا، آپ کے ممدوح امام شوکانی رح واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ دونوں بھول سکتی ہیں، دونوں یاد دلا سکتی ہیں۔ یعنی آپ کی تفسیر کے مطابق دونوں عورتیں شاہدہ ہیں، دونوں عورتیں مذکرہ ہیں —— اور آپ کی "شاہدہ اور مذکرہ" کی تعیین بھی ان کو گوارا نہیں۔ نہ ہی ان کو آپ کے ان ارشاداتِ عالیہ سے اتفاق ہے کہ:

۱۔ " بلکہ شاہدہ صرف ایک ہوگی، دوسری مذکرہ !" (حوالہ مذکور)

۲۔ " شاہدہ ہی شہادت دے گی اور مذکرہ تذکار کی ذمہ داری ادا کرے گی !"

(ترجمان الحدیث ستمبر، ص۱۱)

۲۔ "معاون مدیر محدث فرماتے ہیں کہ تضل اور تذکر میں شاہدہ اور مذکرہ کی تعیین نہیں۔ جب شہادت کے لیے عدالت میں دو عورتیں پیش ہوں گی، عدالت کا قاضی جس کو شہادت کے لیے بلائے گا، وہ شاہدہ ہوگی اور دوسری مذکرہ!"

(تنظیم ۲ ستمبر ص۹)

—— مولانا، یہ بات آپ ہمیں کیوں بتا رہے ہیں، امام صاحب کو بتائیے کہ آپ کے ممدوح ہونے کے باوجود وہ آپ سے متفق کیوں نہیں ہیں؟

اگر اب بھی آپ کی تسلی نہ ہوئی ہو تو امام صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمالیں:

"وابهم الفاعل فی تضل وتذكر لان كلا منهما يجوز عليه الوصفان!"

(فتح القدیر ص۳۰۲ ج۱)

کہ "تضل اور تذکر میں فاعل کو مبہم رکھا گیا ہے، کیونکہ دونوں عورتوں میں سے ہر ایک پر یہ دونوں وصف (آپ کی زبان میں شاہدہ اور مذکرہ) صادق آسکتے ہیں!"

—— اور مولانا، یہ عبارت بھی:

"الضلال والتذكير يقع بينهما متناوبا!" (حوالہ مذکور)

کہ "یہ بھولنا اور یاد کرانا دونوں عورتوں کے مابین باری باری ہوگا!"

یہاں یہ بھی یاد رکھیے گا کہ امام صاحب نے ضلال و تذکیر کے الفاظ بیان فرمائے ہیں، شاہدہ مذکرہ کے نہیں —— مبادا آپ ان کو بھی اپنی تائید سمجھ بیٹھیں!

امام شوکانی رح کے بعد اب آپ استاذ احمد مصطفےٰ المراغی کی اپنی پیش کردہ عبارت پر بھی غور فرمالیجئے، جو اگرچہ آپ نے بزعم خود ہماری تردید اور اپنی تائید میں تحریر فرمائی ہے، لیکن یہ بھی ہمارے موقف کی تائید اور آپ کی تردید کر رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"جب ایک عورت شہادت کا کچھ حصہ بھول کر یا خطا سے چھوڑ دے تو دوسری عورت اسے یاد کرائے۔ اور اس کی شہادت کو مکمل کرے۔ اور قاضی کی ذمہ داری ہے کہ دوسری کی موجودگی میں پہلی سے شہادت لے اور جتنا حصہ وہ بیان کرے، قاضی اس کو معتبر سمجھے اور بقایا شہادت دوسری سے لے، اور اس کا اعتبار

کرے" (ترجمان الحدیث ستمبر ۸۲ء صلا)

مولانا، آپ کی اپنی اس پیش کردہ عبارت سے مندرجہ ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ "تو دوسری عورت اسے یاد کرائے اور اس کی شہادت کو مکمل کرے" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

(ا) دوسری عورت اگر پہلی کو یاد کرا کے اسی کی شہادت کو مکمل کر رہی ہے، تو وہ دوسری کا کام کر رہی ہے، اپنی اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ گویا آپ وہی بات دوسرے الفاظ میں بیان کرنا چاہتے ہیں جو پہلے بیان فرما چکے ہیں کہ "شاہدہ صرف ایک ہوگی، دوسری مذکرہ ہوگی!" ــــ لیکن ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کی زد نصابِ شہادت پر پڑتی ہے اور یہ قرآن و حدیث دونوں سے مطابقت نہیں رکھتی۔

(ب) دوسری عورت کا پہلی عورت کو یاد کرانا بھی تکمیلِ شہادت ہونے کی بناء پر خود شہادت ہے۔ اس صورت میں دونوں شاہدہ ہیں!

پس ان دونوں صورتوں میں سے جو بھی صورت آپ کی نظروں میں پسندیدہ ہو، اس سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں!

۲۔ "قاضی دوسری کی موجودگی میں پہلی سے شہادت لے اور جتنا حصہ وہ بیان کرے، قاضی اس کو معتبر سمجھے"

ــــ ان الفاظ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ پہلی عورت شاہدہ ہے!

۳۔ "اور بقایا شہادت دوسری سے لے اور اس کا اعتبار کرے!" ــــ یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ دوسری عورت بھی شاہدہ ہے!

شق ۲ کے تحت پہلی عورت شاہدہ ہے اور شق ۳ کے تحت دوسری عورت شاہدہ ہے۔ لہٰذا دونوں ہی شاہدہ ہیں ــــ جب کہ شق ۱ میں یاد کرانا بھی شہادت ہے۔ اور اگر آپ مزید وضاحت کا مطالبہ کریں تو آپ کے اپنے ہی الفاظ بھی پیش کیے جا سکتے ہیں کہ "اور اگر دیکھا جائے تو مذکرہ بھی من وجہ شاہدہ ہے!" ــــ پس تینوں صورتوں میں دونوں عورتوں کا شاہدہ ہونا ظاہر و باہر ہے ــــ لیکن آپ تو کہتے تھے کہ شاہدہ صرف ایک ہوگی، اور یہی ثابت کرنے کے لیے آپ نے یہ عبارت پیش فرمائی تھی۔ اب اگر یہ عبارت آپ کے نزدیک نصابِ شہادت ہے، تو جو فائدہ آپ نے اس سے اٹھایا ہے وہ آپ

کے سامنے ہے۔ اور اگر یہ اندازِ شہادت ہے تو اس صورت میں بھی آپ کا مقصد پورا نہیں ہو سکا!

—— البتہ دونوں صورتوں میں ہم آپ کے لیے یہ دعا ضرور کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے موقف کی تائید میں زیادہ سے زیادہ دلائل فراہم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

—— ویسے ہمارا اغلب گمان یہی ہے کہ آپ کو چونکہ "انداز" زیادہ پسند ہیں، اور اس سلسلہ میں شعر و شاعری کا ذوق بھی رکھتے ہیں، اس لیے آپ نے اسے اندازِ شہادت کے تحت ہی ذکر فرمایا ہوگا۔ اسی لیے اس عبارت کا آخری حصہ آپ نے یہ درج فرمایا ہے کہ:

"بہت سے قاضی جہالت کی بناء پر شہادت کے اس طریقہ کو نہیں جانتے!" (حوالہ مذکورہ)

چنانچہ اس صورت میں استاذ احمد مصطفےٰ المراغی نے جہالت کا فتویٰ جس قاضی پر لگایا ہے (اور جو دونوں عورتوں کو شاہدہ نہیں مانتا) اس کا نام ہمیں چپکے سے کان میں بتا دیجئے۔۔۔ ۔۔۔جی؟ ۔۔۔۔۔۔۔جی، بہت بہت شکریہ!

امیدِ واثق ہے کہ آپ "المراغی" کی کم از کم یہ عبارت اب ہماری تردید میں پیش نہیں فرمائیں گے، اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ آپ ہمارے اس زیرِ نظر مضمون کا جواب بھی ضرور دیں گے، یوں کہ آپ نے نہ ماننے کی گویا قسم کھا رکھی ہے!

المراغی کی اس عبارت کے بعد آپ مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارت پر بھی غور فرما لیجئے، یہ عبارت بھی آپ ہی نے ان کی تفسیر کے حوالہ سے پیش فرمائی ہے:

"اور ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لیے تجویز کی گئی ہیں تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی شہادت کے کسی حصہ کو خواہ ذہن سے یا شہادت دیتے وقت بیان کرنے سے بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اور یاد دلانے کے بعد شہادت کا مضمون مکمل ہو جائے!" (ترجمان الحدیث ستمبر ۸۳ء صفحہ ۲)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ واضح طور پر یہ بتلا رہے ہیں کہ یہاں تعیین کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھولنے والی کی تعیین کا بھی اور یاد کرانے والی کی تعیین کا بھی۔ چنانچہ آپ ہی کے نقل کردہ الفاظ "کوئی ایک بھی" اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جس کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ دونوں بھول سکتی ہیں، دونوں ایک دوسری کو یاد دلا سکتی ہیں۔ جب کہ "اور یاد دلانے کے بعد شہادت کا مضمون مکمل ہو جائے" کے خط کشیدہ الفاظ یہ اعلان کر رہے

ہیں کہ یہ "یاد دلانا"، شہادت کے زمرہ میں آئے نا۔ اور چونکہ دونوں بھول سکتی ہیں، دونوں یاد دلا سکتی ہیں۔ لہٰذا دونوں ہی شاہدہ ہیں!

مولانا، یہ عبارت پیش کرنے پر بھی ہماری طرف سے دلی شکریہ قبول فرمائیے! ــــ لیکن ہمیں تعجب تو اس بات پر ہے کہ ہم پران مسلسل کرمفرمائیوں اور ہماری تائید میں دلائل پر دلائل فراہم کرنے کے باوجود خود آپ کی اپنی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا؟ ــــ کہیں یہ وہ جادو تو نہیں جو سر چڑھ کر بول رہا ہے!

مولانا، آپ نے "تنظیم اہل حدیث" ۲۶ اگست کے صفحہ پر بڑے زوردار الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

"(معاون مدیر نے) پہلے تو لکھا ہے: کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے ــــ آگے چل کر فرماتے ہیں: کہ "نصف شہادتیں (امرأتین) مل کر ہی ایک شہادت رجل کے برابر ہے ــــ ہم معاون مدیر حدیث دان سے یہ پوچھتے ہیں کہ ہر دو میں سے کون سی عبارت صحیح ہے: اور آخری عبارت کا مطلب کیا ہے؟ اور عورتوں کے نصف نصف شہادت ہونے کی صورت کیا ہے؟ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لایعلمون الکتاب الا امانی!"

جواب بعون الوھاب:

۱۔ "فشهادة امرأتين تعدل شهادة رجل"! (مسلم)

"پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے!"

۲۔ "اليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة رجل؟ ــــ قلن بلیٰ!" (بخاری)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے مثل نہیں؟" صحابیاتؓ نے اعتراف کیا، کیوں نہیں!"

ــــ مولانا، بس یا کچھ اور بھی؟ ہم نے مکمل جواب عرض کر دیا ہے! ــــ اور یہ ایسا جواب ہے جسے عالم اسلام کے تمام علمائے کرام بھی (جو حجیتِ حدیثِ رسولؐ کے قائل ہیں) غلط نہیں کہیں گے کیونکہ یہ اس ہستی کے الفاظ ہیں، جس کی صداقت کی گواہی قرآن مجید نے دی ہے کہ:

"وما ینطق عن الھویٰ، ان ھو الا وحی یوحیٰ!"

ہاں، ہمیں قلق تو اس بات کا ہے کہ حجیتِ حدیث کے یہ دلائل ہمیں ایک اہل حدیث عالم

دین سے سامنے پیش کرنے پڑ رہے ہیں — مولانا، کاش آپ نے جلوس نکالنے والی عورتوں کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ان صحابیاتؓ کے اس اعتراف "بلیٰ" (کیوں نہیں، اے اللہ کے رسولؐ!) کا حوالہ دیا ہوتا تو آج آپ اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے! — پس دونوں ہی عبارتیں صحیح ہیں۔ رہی یہ بات کہ نصف نصف شہادت کی صورت کیا ہے؟، تو یہ آپ جانیں اور آپ کے استاذ احمد مصطفیٰ المراغی جانیں، وہ خود ہی آپ کی غلط فہمی دُور فرمادیں گے!

البتہ اگر آپ یہ فرمائیں کہ ان احادیث میں "مل کر" کے الفاظ موجود نہیں ہیں، تو اس قصور کے ذمہ دار آپ ہی ہیں۔ ۱۹ راگست کے تنظیم اہل حدیث صـ۹ پر آپ نے خود تحریر فرمایا ہے:

"مذکرہ الگ شہادت نہیں دے گی، اس لیے کہ دونوں نے مل کر شہادت کو پورا کر لیا ہے۔"

اور ۲۶ راگست کے صـ۱۱ پر آپ نے لکھا ہے:

"خلاصہ یہ ہے کہ دو عورتوں سے شہادت لینے کی وہی صورت صحیح ہے کہ شہادت ایک عورت دے (سبحان اللہ، قرآن کی فرمانبرداری کے کیا کہنے؟) اور دوسری بھولنے پر اسے یاد دلائے۔ دونوں مل کر شہادت کو پورا کریں!"

پس مولانا" ہم اگر لکھیں "مل کر" تو تنظیم اہل حدیث الاسلام، اہل حدیث آپ کے الفاظ میں بیک زبان پکاریں کہ اس معاون مدیر کی حدیث دانی تو دیکھو — اور — "لایعلمون الکتاب الا امانیّ" — لیکن اگر آپ لکھیں "مل کر" تو کوئی کچھ بھی نہ بولے اور آپ بھی خاموش — چہ خوب

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں تھی!

معاف فرمائیے گا، ہم نے یہ شعر اس لیے نقل کر دیا ہے کہ "دلربائی" سے اسے ایک گونہ مناسبت ہے!

— اور مولانا، انصاف! — خدارا انصاف! — مذکورہ عبارت میں ہم اگر "مل کر" لکھنے کے مجرم ہیں، تو اسی عبارت سے آپ نے جو استدلال فرمایا ہے، اس کے تحت "الگ الگ" کے بھی مجرم! — دیکھئے، اس کے معاً بعد آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

"خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہے کہ معاون مدیر کا مسلک یہ ہے کہ ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی!" — ع

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کہ نہ "مل کر" گوارا ہے، نہ "الگ الگ" درست! — آپ ہی بتائیے، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں — مولانا، کیا یہی اندازِ شہادت ہے؟

اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے:

"ان کا یہ مسلک مردود ہے!"

— وہی مسلک، جو ہم نے بیان ہی نہیں کیا، کیوں کہ یہ الگ الگ تو آپ کی طرف سے ہے! ذرا بغور ملاحظہ فرمائیے، کیا ہماری اس عبارت میں خط کشیدہ یا غیر خط کشیدہ کوئی بھی الفاظ ایسے موجود ہیں؟ (یہ وہی عبارت ہے جسے ہم نے اوپر "تنظیم اہل حدیث" ۲۶ راگست صفحہ ۱ کے حوالہ کے تحت نقل کیا ہے؟) ہاں آپ کی اپنی عبارت میں یہ الفاظ ضرور پائے جاتے ہیں!

اس کے بعد پھر "مل کر" کی تردید ہے (یا اللہ، کس مفتی سے پالا پڑ گیا ہے؟) — اور بطورِ ثبوت امام ابن کثیرؒ کے وہ الفاظ نقل فرمائے ہیں، جن کا مطلب ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے ہیں لیکن آپ کے پلے ہی کچھ نہیں پڑتا۔ آپ نے لکھا ہے:

"امام ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں: "من قال ان شهادتها معها تجعلها كشهادة ذكرٍ فقد أبعد!" — "یعنی جس شخص کا یہ قول ہے کہ ایک عورت کی شہادت دوسری عورت کی شہادت سے مل کر مرد کی شہادت جیسی ہوگی، اس کا یہ قول عقل و نقل سے بعید ہے!" (تنظیم اہل حدیث صفحہ ۱، ۲۲ راگست)

مولانا، آپ نے یہاں پھر گھپلا کر دیا ہے، کہ "كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ" کے معنی "مرد کی شہادت جیسی" کر دیئے ہیں۔ حالانکہ یہاں لفظ "ذَكَرٍ" (مذکر کے معنوں میں) ہے، "رَجُل" (مرد کے معنوں میں) نہیں! — بالفاظِ دیگر، وہی غلطی پھر کر رہے ہیں، جس کی شروع میں آپ معافی مانگ چکے ہیں کہ "ہم سے سہو ہوا ہے" — دیکھیے، آپ کے یہ انداز ہمیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ بالخصوص اس لیے کہ اس کے فوراً بعد آپ نے تفسیر فتح القدیر کی عبارت دوسرے ثبوت کے طور پر نقل فرمائی ہے۔ اور اس میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ امام شوکانیؒ نے یہاں "مذکر" بلنے ہی کی تردید فرمائی ہے — تنظیم اہل حدیث ۲۶ راگست کے صفحہ ۱ پر

فتح القدیر کی چوکٹے میں درج شدہ عبارت کو سرسری نظر سے ہی دیکھ ڈالیے، کہ یہ عبارت ماقبل کی دو سطور کا بطلان کر رہی ہے، جن میں آپ کے تحریر شدہ الفاظ "مرد کی شہادت جیسی" موجود ہیں! ـــــ سچ ہے ع

ملاں آں باشد کہ چُپ نہ شود!

ـــــ اور پھر مولانا، اس صفحہ پر ساتھ ہی آپ کی طرف سے ہماری شان میں "مجرمانہ خیانت" کا چمکتا دمکتا عنوان بھی نظر پڑتا ہے۔ اس خیانت کی وضاحت آپ نے یوں فرمائی ہے کہ ہم نے اندازِ شہادت سے متعلق امام شوکانی رحہ کی فتح القدیر کی ایک عبارت نقل نہیں کی! ـــــ گویا آپ کے نزدیک ہم امانت دار اور معصوم صرف اس صورت میں کہلا سکتے تھے کہ امام شوکانی رحہ کی پوری فتح القدیر نقل کر ڈالتے ـــــ محترم، ہمیں اندازِ شہادت کی بحث سے کوئی سروکار ہی نہ تھا، اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا، آپ کی شاہدہ اور مذکرہ کی تردید کے لیے لکھا۔ چونکہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی، اس لیے نہیں لکھی، کوئی زبردستی ہے؟ ـــــ ویسے بھی اوپر ایک جگہ آپ نے امام شوکانی ہی کی "لا علی التعیین" والی عبارت چھوڑ دی ہے۔ کیوں کہ اس میں آپ کا نقصان تھا ـــــ لیکن جو عبارت ہم نے چھوڑی ہے، وہ خود ہماری تائید میں تھی۔ بلکہ اس کا مفہوم ہم ترجمان الحدیث اگست ۸۳ء کے ص ۲۸ پر سطر نمبر ۶، ۸، ۹ میں خود ہی بیان بھی کر چکے ہیں۔ اب آپ تنظیم اہل حدیث ۲۶ر اگست کے ص۱۱ پر پنی "مجرمانہ خیانت" والی عبارت دیکھ لیں اور "ترجمان الحدیث" کا مذکورہ مقام بھی ملاحظہ فرمالیں۔ وراس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں "توبہ تائب" کریں کہ آپ نے بیچارے مدیر معاون پر واہ مخواہ مجرم اور خائن بننے کی وعید نازل فرمائی ہے!

مولانا، آپ نے ایک بات تقریباً ہر مضمون میں لکھی ہے کہ شہادت سے متعلقہ بخاری اور سلم کی احادیث کا ماخذ قرآنِ مجید ہے ـــــ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے اتنی بڑی غفلت سے پردہ اٹھا دیا اور اس سلسلہ میں ابو عبداللہ المازری (اور دوسری جگہ یہی ابو عبداللہ ازری ہیں ـــــ نہ جانے صحیح کیا ہے؟ ملاحظہ ہوں تنظیم اہل حدیث میں آپ کے ارشادات) حوالہ بھی نقل فرما دیا ہے۔ ورنہ ہم بیچارے علم سے کورے اس بات کو کیسے جان سکتے ھے؟ ـــــ تاہم اس سلسلہ میں ایک بات بطورِ شکریہ ہم سے بھی سمجھ لیں کہ قرآنِ مجید کی تفسیر

حدیثِ رسول اللہ کرتی ہے، نہ کہ حدیثِ رسول اللہ کی تفسیر قرآنِ مجید کرتا ہے۔ جب کہ آپ کے الفاظ سے معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اپنے الفاظ:

"اس لیے جس شہادت کا ذکر احادیث میں ہے، اس شہادت کی کیفیت اس طرح ہوگی جس طرح قرآنِ مجید نے بیان کی ہے۔ یعنی ایک عورت شاہدہ اور دوسری مذکرہ ہوگی!" (تنظیم اہل حدیث ۲ ستمبر ۸۳ء ص ۱۲)

گویا آپ کے نزدیک حدیثِ رسول اللہ ماخذ ہے اور قرآن مجید اس کا شارح! —— اللہ اکبر! —— ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے!

—— یہ نیا انکشاف جامعہ علیہ سرگودھا کی طرف سے ہے —— جو جامعہ بھی ہے اور علیہ بھی!

—— اللّٰھم زد فزد!

—— اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے:

"معاون مدیر نے ان احادیث کا ایسا مطلب بیان کر دیا ہے، جو صراحتاً قرآنِ مجید کے بیان کردہ کے خلاف ہے!"

مولانا، آپ نے اپنے مضمون کے اس حصہ کو "قرآن مجید اور حدیثِ رسول اللہ میں تضاد" کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔ بایں ہمہ "تنظیم اہل حدیث" ۲ ستمبر ۸۳ء کے ص ۱۲ پر اس عنوان کے تحت پھیلی ہوئی یہ سطور، جن کی تعداد چھبیس ۲۶ ہے، ان میں ہم اس تضاد کا (جو قرآن مجید اور حدیثِ رسول اللہ میں اس زور شور سے پایا جاتا ہے اور جس کا آپ نے ہمیں مجرم ٹھہرایا ہے) ایک لفظ بھی تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں، سوائے آپ کے اس "عنوان" کے جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اور جو ثبوت سے عاری ہے۔ کیوں کہ ثبوت ہی تو ہمیں نہیں ملا —— لہٰذا یا تو یہ الزام واپس لیں، ورنہ اپنی سطور میں سے یہ تضاد ثابت کر کے ہمیں مطلع فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی!

الغرض:

مولانا، ان تصریحات کی روشنی میں آپ کے جملہ مضامین، تضادات، الزامات اور اغلاط کا ایک پلندہ ہیں۔ ہم نے آپ کی ہر بات کا جواب محض اس لیے لکھ دیا ہے کہ آپ بلاوجہ فتح کے نشے میں چور، مزید نہ اپنا وقت ضائع کریں نہ ہمارا —— الّا یہ کہ کوئی

کام کی بات کریں ۔ مثلاً اپنے موقف کہ "گواہی صرف ایک عورت دے گی، دوسری محض یاد دلانے والی یا بغور سننے والی ہے" کی تائید میں ایک ہی فرمانِ رسول اللہ کی نشان دہی فرمادیں ۔ ہم "ترجمان الحدیث" کے انہی صفحات میں یہ اعلان کردیں گے کہ مولانا مفتی محمد صدیق صاحب رئیس جامعہ علیہ سرگودھا جیت گئے اور ہم بیچارے معاون مدیر محدث شکست خوردہ ـــــ اس کے علاوہ ہم آپ کی کسی بات کا جواب نہ دیں گے ۔

فقط زیادہ آداب !

مفتی صاحب کے مذکورہ موقف کی تائید میں حدیثِ رسول اللہ
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا منتظر
خاکسار اکرام اللہ ساجد

(اوائل اکتوبر ۸۳ء میں لکھا گیا)